جمعرات 11 فروری 2021ء | 28 جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:36

ارشاد باری تعالیٰ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(التوبۃ: 24)

ترجمہ:۔ تو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ داد اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے ازواج اور تمہارے قبیلے اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں گھاٹے کا خوف رکھتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ بد کردار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فرمان خلیفہ وقت

’’ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اس وقت ملے گی جب دنیا ہمارے دین پر حاوی نہیں ہو گی بلکہ دین دنیا پر حاوی ہو گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کمانے سے منع نہیں کیا۔ دنیا کی کوئی چیز جسے خدا تعالیٰ نے حرام نہیں کیا، ناجائز نہیں ہے۔ اعلیٰ لباس پہننا، عمدہ قسم کے کھانے کھانا، عمدہ مکانوں میں رہنا اور ان کی سجاوٹ کرنا ان میں سے کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہے۔ سب جائز ہیں۔ لیکن ان چیزوں کا اسلام کی ترقی میں روک ہو جانا ناجائز ہے۔ لوگ شادیاں کرتے ہیں شریعت یہ نہیں کہتی کہ تم بدصورت عورت تلاش کر کے شادی کرو۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف دنیا دیکھنے کی بجائے عورت کی دینی حالت بھی دیکھ لیا کرو۔‘‘

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث نمبر 5090)

شریعت یہ کہتی ہے کہ عورت تمہاری عبادت کے راستے میں روک نہ ہو۔ عورتیں تمہیں نمازوں سے غافل نہ کریں۔

اگر ہمارے لڑکے اور لڑکیاں اس بات کا خیال رکھیں بلکہ ان

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- اک وعدہِ خدا تھا لیستخلفنھم (منظوم)
- تعارف سورۃ محمد (47 ویں سورۃ)
- اسلام کی پیش کردہ توحید کامل
- تعارف صحابہؓ

فرمان رسول ﷺ

حضرت ابو ھریرہؓ کو زیادہ احادیث یاد رہنے کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ تم تو کہتے ہو کہ ابو ھریرہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور کہتے ہو کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایسی حدیثیں بیان نہیں کرتے جیسے ابو ھریرہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں سودا سلف کے لین دین کا شغل رہتا اور میں جونہی اپنا پیٹ بھر لیتا، رسول اللہ ﷺ سے چمٹا رہتا۔ میں حاضر رہتا جبکہ وہ غائب ہوتے اور میں یاد رکھتا اور وہ بھول جاتے اور میرے انصار بھائی اپنے مالی کاروبار میں مشغول رہتے اور میں مساکین اہل صفہ میں سے ایک شخص تھا۔

(بخاری کتاب البیوع بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ حدیث نمبر 2047)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

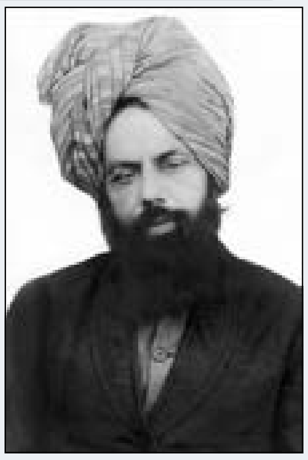

خدا کی مرضی کو مقدم رکھو

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ (التوبۃ 24) یعنی ان کو کہدے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھائے گا۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا۔ یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آ سکتا۔ خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے۔ ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔ جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اس کے محاذات میں پڑے گا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہوگی اس سے پہلے نہیں اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے۔ ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا وہ فرماتا ہے کہ:

بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (البقرۃ 113)

یعنی یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھ دو۔ ایسا ہی ہم اس وقت درجہ استقامت حاصل کریں گے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پرزے اور ہمارے نفس کی تمام قوتیں اسی کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے۔۔۔۔تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اس پر اتارتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لئے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا۔ وہ اسی لئے مکار اور خود غرض کہلائے کہ دنیا ان کے نورانی چہرہ کو دیکھ نہ سکی۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 383، 384)

دربارِ خلافت

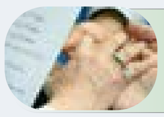

یہ قربانیاں جو شہدائے پاکستان نے دی ہیں، دیتے رہے ہیں، جس کی انتہا 2010ء کے سال میں بھی ہوئی، یہ قربانیاں انشاء اللہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے جس کثرت سے اس سال احمدیت کے خوبصورت پیغام کو دنیا کے امیر ملکوں میں بھی اور دنیا کے غریب ملکوں میں بھی متعارف کروانے کا سامان پیدا فرمایا ہے یہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور برکتوں کا ہی نظارہ ہے۔ اس سال میں ان شہداء کی قربانیوں نے جس طرح ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے اسلام کے خوبصورت اور پُر امن پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع دیا ہے، اس کثرت سے جماعت کا تعارف اور اسلام کا پیغام پہلے کبھی نہیں پہنچا۔ مختلف ذرائع، مختلف میڈیا، چاہے وہ یورپ میں ہے، امریکہ میں ہے، افریقہ میں ہے، ایشیا میں ہے یہ سب دوسرے ذرائع اور میڈیا استعمال ہوئے۔ قومیں اپنے مقاصد میں قربانیاں دے کر ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ قربانیاں جو شہدائے پاکستان نے دی ہیں، دیتے رہے ہیں، جس کی انتہا 2010ء کے سال میں بھی ہوئی، یہ قربانیاں انشاء اللہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ نہیں جا رہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ احمدیت کا پیغام اور تعارف اسلام کی امن پسند تعلیم کا پیغام دنیا کے ہر کونے میں کثرت سے پہنچنا، یہ ان قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے اور یہ سلسلہ چلتا چلا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ بات ان قربانیوں کی قبولیت کا ایک حصہ ہے، ایک جزو ہے اور آئندہ دنیا کے افق پر احمدیت کی جو فتوحات اُبھر رہی ہیں، وہ اس سے بہت بڑھ کر انشاء اللہ تعالیٰ اس چمک کا نظارہ دکھانے والی ہیں۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ جس طرح ہمارے قربانیاں کرنے والوں کی قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن لوگوں کے زمرہ میں شامل فرمایا ہے، جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ (سورۃ آل عمران آیت 170)۔ جو لوگ اپنے ربّ کے حضور مارے گئے تم انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پس وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دائمی رزق کو پانے والے ہیں جو ہر لحہ اُن کے درجات بلند کر رہا ہے۔ یہاں اموات کے لفظ کے ساتھ اس آیت کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ جس کا خون رائیگاں نہیں جاتا۔ اور دوسرے یہ کہ جو اپنے پیچھے اپنے نقشِ قدم پر چلنے والے چھوڑ جاتے ہیں۔ پس ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ ہم نیکیوں میں بڑھنے کے لئے اپنے قربانیاں کرنے والوں کی نیکیوں کو بھی زندہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کی قربانیوں کی وجہ سے جو کامیابیاں ملی ہیں ان سے بھی انہیں آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر وہ اپنی زندگیاں قربان کرنے کے بعد بھی خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کر لی اور ان کی قربانیاں بھی انتہائی نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔ اس کا نقشہ سورۃ آلِ عمران میں اس طرح کھینچا گیا ہے کہ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَیَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (سورۃ ال عمران آیت نمبر 171) بہت خوش ہیں اس بات پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور وہ خوشخبریاں پاتے ہیں اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق جو ابھی اُن سے نہیں ملے کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

پس ان شہداء کی قربانیاں ہمارے ایمانوں میں بھی اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس بقیہ صفحہ 4 پر

اک وعدہِ خدا تھا لیستخلفنهم

اک وعدہِ خدا تھا لَیَستخلفنهم
یہ وعدہِ خدا تھا جو ہم سے وفا ہوا

اس کی تلاش تھی رہِ جمہور پر عبث
اس کا تو شاہراہِ نبوت تھا راستہ

قصرِ شہی میں جستجو اس کی ہوئی مگر
اس کا وجود سطوت شاہی میں بھی نہ تھا

یہ راستہ خدا کی رضا کا ہے راستہ
کرتا ہے وہ خدا جسے چاہے اسے عطا

جنرل ریٹائرڈ محمود الحسن نوری

آج کی دعا

قَالَ: قُلْ {قُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ، حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

(ابو داؤد کتاب النَّوم باب ما یقُول إذا أَصْبَحَ حدیث: 5082)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہو ’’قل ھو اللہ أحد‘‘ اور معوذتین یعنی ’’قل أعوذ برب الفلق * قل أعوذ برب الناس‘‘ صبح اور شام تین تین بار پڑھا کرو۔ یہ ذکر تجھے ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تمام ضرورتوں کا متکفل ہو جائے گا۔

یہ انسانی وسوسوں اور شیطانی حملوں سے بچنے اور خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی جامع اور افضل ترین دعائیں ہیں۔

پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار احباب جماعت کو ان دعاؤں کی تحریک فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’انسانی وسوسوں اور شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نصیحت فرمائی۔ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کی آخری تین سورتیں یعنی سورۃ اخلاص، فلَق اور النّاس رات کو سوتے وقت پڑھ کر سویا کرو۔ ان جیسی کوئی چیز نہیں جس سے پناہ مانگی جائے۔

(نسائی کتاب الاستعاذہ ما جاء فی سورتی المعوذتین)

آج کل جب دجال کا دور دورہ ہے۔ معاشرے میں ہر چیز ایک دوسرے میں خلط ملط ہو چکی ہے تو ہر احمدی کو یہ تینوں سورتیں ضرور پڑھ کر سونا چاہئے۔ شیطان کے حملے کے بھی مختلف طریقے ہو چکے ہیں تو اس لحاظ سے جس حد تک بچا جا سکتا ہے بچنا چاہئے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 475)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ابو سلطان

تعارف سورۃ محمد (47 ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 39 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

اس سورت کا نام قتال (جنگ) بھی ہے کیونکہ اس سورت کا بڑا حصہ جنگ کے موضوع پر روشنی ڈالتا ہے جیسا کہ اس کی وجوہات، ضابطہ اخلاق اور بد انجام۔ بیضاوی، زمخشری، سیوطی اور دیگر کی رائے یہ ہے کہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کا ایک بڑا حصہ غزوہ بدر سے پہلے نازل ہوا یعنی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں۔

سابقہ سورت کے اختتام پر نہایت واضح اور پرزور بیان دیا گیا تھا کہ الٰہی پیغام کی مخالفت خواہ کیسی ہی زور آور، منظم اور تسلسل والی ہو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی اور یہ کہ حق بالآخر ضرور منور ہو کر رہتا ہے۔ حق (کے غلبہ) کا مضمون اس سورت کو ایک خاص قطعیت بخشتا ہے اور کفار کو بتایا گیا ہے کہ اسلام جملہ مشکلات اور شدائد کے مقابلہ پر کامیاب ہو کر رہے گا۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا آغاز اس پر تحدی بیان سے ہوا ہے کہ کفار کی اسلام کی کامیابی کے راستے میں روکیں حائل کرنے کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار ہر دن ترقی کی منازل طے کرتے جائیں گے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ پر تلواریں کھینچی ہیں اس لئے اب تلوار ہی سے ان کی تباہی ہوگی۔ مسلمانوں سے کامیابی کا یقینی وعدہ کرنے کے بعد یہ سورت جنگ کے اہم قوانین وضوابط کو بیان کرتی ہے جیسے کہ قیدی صرف ایسی صورت میں بنائے جاسکتے ہیں جب باقاعدہ جنگ ہو اور دشمن کو شکست کا سامنا ہوا ور یہ کہ جنگ کے بعد ان کو احسان کے طور پر یا مناسب فدیہ لے کر آزاد کیا جا سکتا ہے۔

اس سورۃ میں غلام بنانے کے بدرواج کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ باطل کا مقدر شکست ہوتی ہے۔ یہ سبق تاریخ عالم کے مطالعہ سے خوب عیاں ہے اور مکہ کے قریب کی چند قوموں کے بدانجام کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جن میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم مدین شامل ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راحت پہنچانے اور خوش کرنے کے لیے یہ خبر دی گئی ہے کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس مپرسی کے عالم میں تن تنہا اپنے آبائی گھر (مکہ) سے نکالا جارہا ہے اور آپ ﷺ کو مجبوراً ایک دور کی جگہ پر غیر قوم میں پناہ لینی ہوگی۔ پھر بھی آپ کا مقصد کامیاب و کامران ہوگا۔ پھراس سورۃ میں جنگ کے مقاصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اور اس سورت کے اختتام پرمسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے مقصد یعنی اسلام کی خاطر ہرطرح کی قربانی کرنے کے لیے تیار رہیں کیونکہ ضرورت کے وقت اگر مخلصین دل کھول کر قربانی نہ کریں تو یہ (بات) نہ صرف یہ کہ عمومی طور پر مقصد کے حصول میں حائل ہوتی ہے بلکہ انفرادی طور پر بھی باعث نقصان ہے۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

کے ماں باپ بھی تو دین مقدم کرنے سے گھروں کے مسائل بھی حل ہوجائیں گے اور وہ مقصد بھی حاصل ہوجائے گا جو ایک مومن کا مقصد ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

اسی طرح لباس ہے۔ یہ ہرگز منع نہیں کہ عمدہ لباس نہ پہنو لیکن اس سے ضرور روکا گیا ہے کہ ہر وقت اتنے فیشن میں ڈوبے نہ رہو کہ دینی کام سے غافل ہو جاؤ۔ ہر جگہ تمہیں یہ احساس رہے کہ فلاں جگہ میں جاؤں گا تو میرا لباس گندہ ہو جائے گا۔ گویا کسی وقت بھی دینی کام سے انسان غافل نہ ہو۔ اسی طرح نمازوں کی طرف توجہ کے بجائے اچھا لباس پہنا ہوا ہے، استری کیا ہوا لباس پہنا ہوا ہے، تو صرف اپنے کپڑوں کی شکنوں کی طرف نظر نہ رہے۔

پس اسلام یہ کہتا ہے کہ کبھی بھی تم دینی کام سے غافل نہ ہو تبھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا حق ادا کر سکتے ہو۔ اسی طرح اعلیٰ کھانے ہیں ان سے دین نہیں روکتا لیکن ان کا دین کے راستے میں حائل ہو جانا ناجائز ہے۔ پس ہمیں ہمیشہ اپنے کاموں میں ان باتوں کو سامنے رکھنا چاہئے کہ جو چیزیں دین کے معاملے میں روک ہوں انہیں دُور کیا جائے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔‘‘ بالکل دنیا میں پڑ جاتے ہیں۔ فرمایا: ’’میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امران کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا‘‘۔ فرمایا کہ ’’جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں۔ گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزبُ اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 193-194۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014)

تبرکات حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

اسلام کی پیش کردہ توحید کامل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے نزدیک ہی مسجد بنا لی تھی۔ فَکَانَ یُصَلِّیۡ فِیۡهِ وَ یَقۡرَأُالۡقُرۡآنَ فَیَقِفُ عَلَیۡهِ نِسَاءُ الۡمُشۡرِکِیۡنَ وَ اَبۡنَاؤُهُمۡ یَعۡجَبُوۡنَ مِنۡهُ وَ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡهِ وَ کَانَ اَبُوۡبَکۡرٍ رَجُلًا بَکَّاءً لَا یَمۡلِكُ عَیۡنَیۡهِ اِذَا قَرَأَالۡقُرۡآنَ فَاَفۡزَعَ ذَالِكَ اَشۡرَافَ قُرَیۡشٍ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔ (بخاری)

ترجمہ:۔حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی میں نماز ادا کرتے تھے اور آپ نہایت رقیق القلب تھے۔قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ان کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں۔ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر مشرکین کی عورتیں اور بچے ٹھہر جاتے اور ان کی طرف تعجب انگیز نظر کے ساتھ دیکھتے۔ یہ ماجرا دیکھ کر قریش کے عمائد گھبرا گئے۔

تشریح:۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت نہایت رقت و الحاح اور اثر انگیز پیرایہ میں کیا کرتے تھے۔ ایک تو آپ کی طرزِ تلاوت اور دوسرے قرآن مجید میں جابجا خدا کی واحدانیت کا اعلان ہے اور یہ تعلیم کفار کے لئے نئی تھی۔ اس لئے مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے حیرت و استعجاب کے رنگ میں کھڑے ہو کر سنتے اور گھر جا کر بچے اپنے والدین سے کہتے کہ قرآن کا خدا تو ایسا خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم اتنے بُتوں کو کیوں پوجتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں اپنے خاوندوں سے اس امر کی گفتگو کرتیں۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کا اتنا اثر ہوا کہ مشرکین میں ہلچل مچ گئی۔

خدا تعالیٰ کے ایک ہونے کا ثبوت تو آسانی سے مشاہدہ میں آسکتا ہے۔ مثلاً مختلف بیماریوں کو دور کرنے کے لئے مختلف ادویہ اسی لئے استعمال کرتے ہیں کہ تمام بیماریوں کے ازالہ کے لئے اب تک اکسیر دوا دریافت نہیں ہو سکی۔ مگر بفرضِ محال اگر کوئی ایسی دوا ایجاد ہو جائے جو تمام بیماریوں میں نافع ہو تو وہ کون بے وقوف ہو گا جو اسے چھوڑ کر اسی پُرانی روش پر چل کر مختلف دوائیں استعمال کرتا پھرے۔

پھر ایک سے زیادہ خدا عقلاً بھی ممکن نہیں ہو سکتے۔ خدا کے معنے ہیں فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ (ھود:108) یعنی اس کا جو جی چاہے کرے۔ اسے کسی کے حکم کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی امر میں دوسرے کا محتاج نہیں۔ جب ایک خدا اس قسم کا غیر محدود اختیارات رکھنے والا ہو اور مشرکین کے اعتقاد کے بموجب کوئی دوسرا خدا بھی ہو۔ تو بتاؤ یہ زمین و آسمان برقرار رہ سکتے ہیں؟ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لَوۡ کَانَ فِیۡهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:23) اگر زمین و آسمان میں اس ایک خدائے برحق کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَّ مَا کَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ کُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ (المومنون:92)۔ اس خدائے برحق کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھ آتے۔

مجوسی اجرام سماویہ کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کی تردید میں فرمایا۔ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ (حٰمٓ السّجدہ:38) یعنی اے لوگو! تم ان روشن چراغوں کی پرستش نہ کرو بلکہ اسی خدا کی پرستش کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔اور کہو کہ اے خدا! تو نے ان کو تو روشن کیا ہے لیکن ہمارے دل ابھی تک سیاہ ہیں اور اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ تو ان کو بھی روشن کر۔

انسان نے اپنے مرتبہ کو نہیں جانا اور ان کی پرستش میں لگ گیا جو کہ خود مخلوق ہیں۔ گویا عروج سے زوال کی طرف آ گرا۔

غرضکہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے وہ عورتیں اور بچے قرآن مجید کی ان تعلیمات کو رقت انگیز پیرایہ میں سنتے تو ان کے دلوں میں ایک انقلابی سپرٹ بھر جاتی اور وہ جا کر گھر والوں سے بحث کرتے۔

یہ امر بالبداہت روشن ترین حقائق سے ثابت ہے کہ اسلام نے جس خدا کو پیش کیا ہے۔ دوسرے مذاہب ایسے خدا کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے اباًعن جدٍ ایک حقیقی قوت کے نام سے صرف واقف تھے۔ لیکن انہوں نے اس کی قدرت کے کارخانہ کو بدل دیا تھا اور درمیان میں بتوں کو رکھ دیا۔ ہندوؤں کا خدا 33 کروڑ دیوتاؤں کے بھیس میں ہے۔ عیسائی اقانیم کے جال اور اس کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مجوسی اہرمن اور یزدان ان دونوں کو نور وظلمت کے خدا مانتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ (ﷺ) نے اس خدا کا جلوہ نمایاں کیا جو آسمان سے لے کر زمین کے نیچے تک تنہا مالک ہے۔ اس کے کاروبار میں کوئی شریک نہیں۔ اس کے کارخانہ قدرت میں کوئی دوسرا دخیل نہیں۔ کائنات کا کوئی ذرہ اس کے حکم سے باہر نہیں۔ دنیا کی کوئی چیز اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ شجر، حجر، جنگل، دریا، پہاڑ، صحرا، سورج، چاند، زمین و آسمان، انسان، حیوان، زبان والے اور بے زبان سب اس کے آگے سربسجود ہیں اور اسی کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں۔ سب کمزور ہیں۔ وہی ایک قوت والا ہے۔ سب جاہل ہیں اُسی ایک کو علم ہے۔ سب فانی ہیں اسی ایک کو بقا ہے۔ سب محتاج ہیں وہ ایک صمد ہے۔ سب اسی کے بندے ہیں وہی ایک شاہنشاہ ہے۔

غرض عرش سے فرش تک جو کچھ ہے وہ اس کا ہے۔ وہ مبرۃ عن العیوب والخطایا ہے۔ ہر بُرائی اور ہر الزام سے بری ہے۔ وہ ہر قسم کے صفات عالیہ اور اوصاف کمالیہ اور محامد جمیلہ اور جامع جمیع صفات...... سے متصف ہے۔ اس کے مانند کوئی نہیں۔ اس کی تشبیہ کی مثال کوئی نہیں۔ وہ تشبیہ اور تمثیل سے بالا تر اور انسانی رشتہ ناطے سے پاک ہے۔

غرضیکہ اسلام کے خدا کو ہم بابانگ دہل باقی ہر مذہب کے خدا کے سامنے لا کر انشاء اللہ فتحیاب ہوتے ہیں اور آخر کار ہمارے مدمقابل توحید کامل کو ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ بَارِكۡ اِنَّكَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۔

(ادارہ)

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

خوشخبری کو سن کر کہ وہ خوشخبریاں پا رہے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کے بارہ میں خوشخبریاں پا رہے ہیں، اس بارہ میں بہت سے خطوط خط لکھنے والے شہداء کے ورثاء مجھے لکھتے ہیں کہ ہم خواب میں فلاں شہید کو ملے، اپنے شہید کو ملے، بھائی کو ملے، باپ کو ملے، بیٹے کو ملے۔ اُس نے کہا کہ میں بہت خوش ہوں۔ یہاں عجیب نرالہ سلوک مجھ سے ہو رہا ہے۔ تم لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب ہم اُن سے اُن کی خوشی کے اظہار سن کر اس یقین پر پختہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو خاص رزق دے رہا ہے، اُن کے لئے خوشی کے سامان بہم پہنچا رہا ہے تو اس بات پر بھی ہمارا یقین بڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیچھے رہ جانے والوں کی کامیابیوں کے بارہ میں جو انہیں خوشخبریاں دے رہا ہے وہ بھی انشاءاللہ تعالیٰ ضرور سچ ثابت ہوں گی اور ہو رہی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک فیصلہ کر کے چلتی ہے تو پھر تدریجی نتائج پیدا کرتے ہوئے وہ اپنے عروج پر پہنچتی ہے۔ بندے کو بظاہر پتہ نہیں چل رہا ہوتا لیکن جب آخری نتیجہ نکلتا ہے تو پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے کتنے سچے ہیں۔ وہ کتنے سچے وعدوں والا خدا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے زیادہ سے زیادہ اور جلدی فیض پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر چمٹنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی قربانیاں کرنے والوں کے نیک اعمال کا ذکر کرتے ہیں، اُن کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں، مختلف خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اپنے اعمال کے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت جماعت کو جو کامیابیاں ملنی ہیں، جن کی خبریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے دیتا ہے، ہم بھی اُن کامیابیوں کا حصہ بن جائیں۔ اس بابرکت دن ''جمعہ'' کا مَیں نے ذکر کیا ہے تو اس سال اللہ تعالیٰ نے عموم سے ہٹ کر جو کبھی کبھی واقع ہوتا ہے ایک خصوصیت ہمیں دی ہے۔ اس سال میں اس خصوصیت سے گزارا ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ ابتداء بھی جمعہ سے ہے اور انتہا بھی جمعہ سے۔ اور اس طرح عموماً سال کے باون جمعہ ہوتے ہیں، اس سال ترپّن جمعہ ہمیں ملے۔ اور حدیث کے مطابق جمعہ وہ دن ہے جس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندے کی دعا خاص طور پر قبول فرماتا ہے۔ (ماخوذ از بخاری کتاب الطلاق باب فی الاشارۃ فی الطلاق والامور حدیث نمبر 5294)

مَیں امید کرتا ہوں اور پہلے بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ ہم نے اپنی کوشش کے مطابق اپنے جمعے دعاؤں میں گزارنے کی کوشش کی ہو گی۔ ہمارے شہداء جو لاہور میں شہید ہوئے یا چند ایک جو مردان میں بھی مثلاً ایک شہید ہوئے، انہوں نے بھی جمعے کے دن دعائیں کرتے ہوئے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی ہیں۔ یقیناً اُن دعاؤں نے جنت میں ان کے لئے جہاں بہترین رزق کے سامان پیدا کئے ہوں گے وہاں یہ دعائیں پیچھے رہنے والوں اور جماعت کی ترقی کی انہیں خوشخبریاں بھی پہنچانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔ آج پھر اس آخری دن کے جمعہ کو ہمیں اپنی خاص دعاؤں میں گزارنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 31؍ دسمبر 2010ء)

از غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہؓ

حضرت شیخ جان محمد صاحب رضی اللہ عنہ۔ راہوں ضلع جالندھر

حضرت شیخ جان محمد صاحب رضی اللہ عنہ راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے اور محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ آپ کے والد حضرت شیخ برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: 30/ مئی 1933ء) اور والدہ حضرت عظیم بی بی صاحبہؓ (وفات: 23/اگست 1932ء) دونوں اصحاب احمدؑ میں سے تھے اور دونوں بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہیں۔ آپ حضرت حکیم دین محمد صاحبؓ اور حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ (والد محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے) کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

''میں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلے بذریعہ خط بیعت کی۔ پھر 1904ء میں بمقام گورداسپور دوران مقدمہ مولوی کرم دین بھینی والے میں حاضر ہو کر اصالتاً دستی بیعت سے مشرف ہوا۔ میں منٹگمری سے اور والد صاحب مرحوم اور چوہدری غلام احمد خان صاحب مرحوم آف کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور سے بمقام گورداسپور حاضر ہوئے تھے ..... کچہری میں باہر میدان میں دری بچھی ہوئی ہوتی تھی۔ حضورؑ مع احباب اس دری پر بیٹھا کرتے تھے۔ بعض اوقات لیٹ جاتے تھے اور ہم خدّام دباتے رہتے تھے۔ حضورؑ کی پنڈلیاں اور رانیں بہت سخت اور گول تھیں۔ میں حیران ہوتا تھا کہ اتنے بوڑھے انسان کا ایسا مضبوط جسم ہے۔ لیٹے لیٹے حضورؑ کے ہونٹ قدرے متحرک رہتے تھے اور گنگنانے کی آواز آتی رہتی تھی۔ خواہ آنکھیں بند ہی ہوں اور معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ مجھے حضورؑ کے پاؤں دبانے اور جسم کو چھونے سے ایک لذت محسوس ہوتی تھی جو مجھے اپنے جسم میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ میرا طریق تھا کہ جب کوئی عزیز بیعت کرتا میں فوراً اپنا ہاتھ بیعت کرنے والے کے ہاتھ میں رکھ دیتا، اس کا اثر بھی میرے جسم میں دیر تک رہتا۔ ایسا ہی میں مصافحہ کرتے وقت بھی محسوس کرتا اس لئے میں بار بار مصافحہ کرتا تھا اور بیعت کرتا تھا۔ اس روز مولوی فیروز الدین صاحب ڈسکوی بھی وہاں شہادت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ الفاظ لئیم و کذّاب کے متعلق غالباً اُن کی شہادت تھی جن کے معانی بڑی لغات کی کتابوں سے انہوں نے بتلائے تھے۔ گورداسپور جانے سے پہلے اَحقر قادیان بھی گیا تھا۔ حضرت صاحب کے ہمراہ سیر کو جانے کا موقعہ بھی ملتا تھا.....

1905ء میں حضورؑ جب لدھیانہ دہلی سے واپسی پر تشریف لائے تو ان دنوں مَیں قلعہ پھلور میں تعلیم قانون کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں اطلاع ملنے پر مع بھائی شہاب الدین صاحب قریشی ساکن ماہل پور ضلع ہوشیار پور لدھیانہ پہنچا۔ حضورؑ جہاں نہال اینڈ سنز کی دکان ہے اس کے بالمقابل غالباً خواجہ علی صاحب مرحوم کے مکان پر فروکش تھے جو کہ برلب سڑک واقع تھا۔ حضورؑ برآمدے میں ایک کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ میں بھائی شہاب الدین صاحب کو جنہوں نے دستی بیعت نہ کی تھی، اپنے ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ بعد مصافحہ کے عرض کیا کہ حضور! بھائی شہاب الدین صاحب بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ شام کو کریں۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضور ہم قلعہ پھلور میں تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ جمعرات کو صبح سے شام تک ہمیں رخصت ہوتی ہے۔ شام سے پہلے ہمارا پہنچنا ضروری ہے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ اچھا ابھی کر لیں۔ چنانچہ اُسی وقت ان کی بیعت لی گئی اور دعا کی گئی۔ مولوی محمد احسن صاحب سے بھی ہم نے ملاقات کی جو اُس وقت قرآن شریف کھولے بیٹھے تھے۔ ہمیں فرمانے لگے کہ دیکھو! قرآن شریف کی ہر آیت سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ اس روز ایک اشتہار جو سعد اللہ لدھیانوی کی طرف سے شائع ہو کر تقسیم ہو رہا تھا۔ اس کا علم ہونے پر اخویم شیخ یعقوب علی صاحب نے فوراً جوابی اشتہار لکھ کر اسے تقسیم کروایا۔ حضورؑ جب لدھیانہ سے قادیان تشریف لے جا رہے تھے تو ہم پھلور سٹیشن پر پھر حاضر ہوئے اور مصافحہ کے بعد عرض معروض کر رہے تھے کہ ایک معزز سکھ سردار جو پھلور کے قرب و جوار کے رئیس اور جاگیر دار تھے، جو بتلاتے تھے کہ 10 میل سے صرف درشن کرنے کے لئے آیا ہوں، ایک بڑا تھال مٹھائی کا لے کر حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے تھال خود لے کر اندر بال بچوں کو جو کہ ساتھ تھے، پکڑا دیا اور خود پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے۔ چونکہ گاڑی وہاں بہت دیر تک کھڑی رہتی تھی اس لئے حضورؑ پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے اور اُس سکھ رئیس سے اس موضوع پر گفتگو فرماتے کہ سکھ صاحبان ہم سے بہت قریب ہیں اور بہت اچھے ہوتے ہیں کیونکہ شرک نہیں کرتے۔ پھلور سٹیشن پر اُن دنوں یورپین ریلوے سٹاف کافی ہوتا تھا چنانچہ انگریز مرد اور عورتیں اس وقت جبکہ حضورؑ ٹہل رہے تھے دیوار کے ساتھ اپنی ٹوپیاں اتار کر اپنے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے متحیر کھڑے تھے۔''

(الفضل 18/اکتوبر 1942ء صفحہ 3)

حضرت حکیم دین محمد صاحب رضی اللہ عنہ (وفات: 25/ مئی 1983ء) بیان کرتے ہیں:

''برادرم شیخ جان محمد صاحب تھانہ ہڑپہ ضلع منٹگمری میں محرر تھانہ تھے مگر ابھی تک کنسٹیبل ہی تھے۔ لکھے پڑھے کنسٹیبلوں کو اس زمانہ میں محرری کے ذمہ دار عہدہ پر لگا دیتے تھے .... برادرم مذکور میرے زیر تبلیغ تھے۔ کتب حضرت اقدسؑ پڑھ کر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ برحق ہے اور بیعت کرنے کے ارادہ سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بمقام گورداسپور عین اس وقت حاضر ہوئے جبکہ کرم دین والے مقدمہ کی پیشی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام احاطہ کچہری میں قیام فرما تھے۔ برادرم موصوف اپنے ساتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے کچھ تازہ سیب لائے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت کے حضور انہیں یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ منشی جان محمد صاحب ملازم پولیس منٹگمری ہیں اور حضور کی بیعت کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔ برادرم شیخ جان محمد صاحب وجیہ نوجوان اور خوش پوش تھے۔ معزز لباس پہنے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ تھانیدار ہیں؟ برادرم نے عرض کیا کہ نہیں حضور! میں تو محرر تھانہ ہڑپہ ہوں۔ پھر حضور علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا آپ سارجنٹ ہیں؟ برادرم نے عرض کیا کہ نہیں حضور! میں تو ابھی کانسٹیبل ہوں اور محرری پر لگایا گیا ہوں۔ اس پر حضور علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا نہیں! اچھا ان شاء اللہ۔ اس وقت سے برادرم نے ترقی کے درجات طے کرنے شروع کیے اور سخت مخالف حالات کے ہوتے ہوئے بھی تھانیداری پر ترقی پا گئے۔''

(الفضل 10/ جولائی 1943ء صفحہ 3)

آپ نے محکمہ پولیس میں جہاں ترقی پائی وہاں نیکی اور تقویٰ کو کبھی نہیں چھوڑا۔ نہایت دیانتداری اور خدا خوفی سے اپنے فرائض سرانجام دیے اور جہاں رہے اپنی لیاقت اور دیانتداری کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں مقبول رہے۔ ایک مرتبہ آپ کی تبدیلی ننکانہ صاحب سے ہوئی تو وہاں سیکرٹری تبلیغ مکرم محمد ابراہیم صاحب نے اخبار الفضل میں خبر دیتے ہوئے لکھا:

''جناب شیخ جان محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس 21/ ستمبر کو تبدیل ہو کر شرق پور تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ایک لائق اور دیانتدار افسر تھے۔ آپ کے اخلاق اور تقویٰ کے نہ صرف مسلمان ہی گواہ ہیں بلکہ ہندو اور دیگر اقوام کے بہترین لوگ بھی شاہد ناطق ہیں۔ آپ جماعت احمدیہ کے پریزیڈنٹ تھے اور بڑھ چڑھ کر چندے دیتے اور دوسرے احمدی دوستوں سے چندہ خود وصول کرتے اور تبلیغی کاموں میں کافی مدد دیتے تھے۔''

(الفضل 5/اکتوبر 1926ء صفحہ 2)

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ چک R 60/95 ضلع ساہیوال میں مقیم ہو گئے اور وہیں اکتوبر 1942ء میں وفات پائی۔ حضرت چوہدری غلام حسین صاحب پی ای ایس پنشنر (چچا محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا:

''یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ اخویم شیخ جان محمد صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس بعارضہ کاربنکل 17۔18 ماہ اخاکی درمیانی شب کو اپنے چک R 60/95 منٹگمری میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی تھے۔ یتیم پروری اور مسکین نوازی ان کی طبیعت کا خاص جوہر تھا۔ ان کے پسماندگان میں ان کی ایک بیوہ (جو حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ کی ہمشیرہ ہیں) دو بیٹوں اور چار بیٹیوں کے علاوہ ایک کثیر تعداد بھتیجوں بھانجوں اور بستی کے مساکین کی بھی ہے جنہیں وہ اپنے بیٹوں سے کم نہیں سمجھتے تھے....''

(الفضل 25/اکتوبر 1942ء صفحہ 2)

آپ کی شادی حضرت حافظ نبی بخش صاحب رضی اللہ عنہ آف فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کی بیٹی حضرت زینب بی بی صاحبہؓ (صحابیہ) کے ساتھ ہوئی تھی۔ انہوں نے 22/اگست 1944ء کو وفات پائی اور بوجہ موصیہ (وصیت نمبر 4784) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔

آپ کی اولاد کے نام درجہ ذیل ہیں:

محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری نور الدین جہانگیر صاحب آف ساہیوال

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم ملک صدیق احمد خان صاحب

مکرم نور محمد خان صاحب سٹیشن ماسٹر

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ

مکرم میجر ریٹائرڈ منظور احمد صاحب

محترمہ ثریا بیگم صاحبہ زوجہ مکرم منور احمد صاحب

نوٹ: آپ کی تصویر محترم ملک صفی اللہ صاحب آف ٹورانٹو (نواسہ حضرت حکیم دین محمد صاحب رضی اللہ عنہ) نے مہیا کی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

از ابن الشریف

تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کا قیام

قسط اول

خدائے رحیم وکریم نے بنی نوع انسان کو اس کے مقصد پیدائش کو یاد دلاتے رہنے کے لئے انبیاء ورسل کی بعثت کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے۔ ہر دور میں اللہ کے فرستادوں نے بندگانِ خدا کے دلوں میں نیکی و تقویٰ کی شمعیں روشن کیں۔ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دورِ آخرین میں احیاءِ دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے بھی باذنِ الٰہی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے قیام کے لئے 23مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے ایک چھوٹے اور سادہ سے مکان پر بیعت کا آغاز فرمایا۔ ایک ایک کر کے پہلے ہی دن چالیس خوش نصیبوں کو اس طائفۂ متقین کا حصہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی جن میں پہلا نمبر حضرت حکیم الامت الحاج حافظ مولانا نورالدین بھیرویؓ کا تھا۔

بیعت کی غرض

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ نے جس بیعت کا آغاز فرمایا اس کا مقصد کسی پارٹی، جتھہ یا فرقہ بندی کا قیام نہیں تھا بلکہ تقویٰ شعار لوگوں کو ایک عظیم مقصد کے لئے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا مقصود تھا جو اللہ کے اوامر ونواہی کی پابندی کا جذبہ رکھتے ہوں تا نیکی اور تقویٰ سے معمور یہ لوگ دوسروں کے لئے کشش اور ہدایت کا نیک اور اعلیٰ نمونہ ہوں۔ اسی غرض کو بیان کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

’’یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے ۔۔۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخلِ سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص164-165)

تقویٰ کی راہیں

جو لوگ بیعت کر کے آپؑ کی جماعت میں شامل ہوتے تو ریکارڈ کے لئے آپ ان کے نام ایک رجسٹر میں درج کرواتے جس کی پیشانی پر لکھا گیا تھا:

’’بیعتِ توبہ برائے حصولِ تقویٰ و طہارت‘‘

آپ نے بیعت کرنے والوں پر واضح فرمایا کہ نجات کے لئے صرف رسمی بیعت میں داخل ہونا اور آپ کو امام سمجھ لینا ہرگز کافی نہیں ہے بلکہ نجات کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک، آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیّین اور قرآن کریم کو خاتم الکتب یقین کیا جائے۔ نیز آپ نے انہیں مقصدِ بیعت یعنی تقویٰ کی راہوں پر گامزن کرنے کے لئے ارکانِ دین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

’’سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہو۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج ومصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہو۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے، نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اُس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عملِ نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 ص 15)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ بھی طریق تھا کہ بیعت لینے کے بعد آپ صبر اور نیکی کی نصائح فرمایا کرتے تھے جس کا ایک نمونہ پیش ہے:

’’فتنہ کی کوئی بات نہ کرو، شر نہ پھیلاؤ، گالی پر صبر کرو، کسی کا مقابلہ نہ کرو، جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اول ص343)

بدی کے مقابلہ میں صبر

اللہ کے فرستادوں اور ان کے ماننے والوں سے دشمنانِ حق ٹھٹھا ہنسی کرتے اور انہیں استہزاء کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایسا اس تسلسل سے ہوتا آرہا ہے کہ اب یہ صداقت کی ایک علامت بن چکا ہے کیونکہ کوئی بھی تو اللہ والا دنیاداروں کے شر سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جماعتِ احمدیہ کا بھی آغاز ہوتے ہی ہر طرف سے استہزاء، ہنسی، ٹھٹھا اور ایذارسانی وتکفیر بازی کا بازار گرم ہوگیا اور بیعت کی سعادت حاصل کرنے والے طرح طرح سے ستائے جانے لگے اور ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ امامِ وقت کی طرف سے اس نوزائیدہ جماعت کی رہنمائی کی جائے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی جماعت کے احباب کو نصیحتاً فرمایا:

گالیاں سُن کر دعا دو، پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

’’میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ پر گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں۔ مگر چاہیے کہ وہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابلِ تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں ۔۔۔ ضرور ہے کہ نیک عمل اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ضائع نہیں کرتا ۔۔۔ سو اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متّقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متّقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے۔ اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سیّد ومولیٰ نبیّنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا۔

اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے۔ تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجامکار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لو گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے، جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں، وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 246-242)

تقویٰ، تدبیر اور دعا سے حاصل ہوتا ہے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے صرف تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے کی تلقین کو کافی نہیں سمجھا بلکہ تقویٰ کی تعریف اور اس کے حصول کے ذرائع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے مضمون کو نہایت آسان فرمادیا جس سے منزلِ مقصود واضح ہو گئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے۔ اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے۔ بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں، غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔ لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے۔ بلکہ یہ دعا اور تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور زور بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن مومن اور سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں، وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم ص 680)

نیز متقی بننے کے واسطے چند مزید اوامر و نواہی کی پابندی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

”متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروّت، خوش خلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے۔ اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں۔“

(ملفوظات جلد دوم ص 680)

خدا سے ڈرتے رہو

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ جو مخلوق کا اس کے خالق اور معبودِ حقیقی سے تعلق جوڑنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، آپ نے اپنے ماننے والوں کو صرف خدا سے ڈرنے اور اسی سے لَو لگانے کی تلقین کی اور ان پر آشکار فرمایا کہ دنیا اور دنیا کی لعنتیں بے حقیقت اور عارضی ہیں جو مومنین کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔ چنانچہ آپ خوفِ خدا کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے، اور جس پر پڑتی ہے اُس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 ص 12)

جماعت متقی بن جائے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا بیعت لینے کا مقصد ہی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت قائم کرنا تھا۔ اس لئے آپ دن رات اس مقصد کے حصول کی فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح آپ کے ذریعہ قائم ہونے والی جماعت تقویٰ و پارسائی پر قائم ہو جائے۔ اس کے لئے آپ نے دردمندانہ دعائیں کیں، درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور اپنے عملی نمونہ سے مثالیں قائم کیں تا آپ کے متبعین آپ کے قول و فعل کو دیکھتے ہوئے آسانی کے ساتھ تقویٰ اللہ پر گامزن ہو جائیں اور دورِ حاضر میں دینی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کے قابل ہو سکیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے، خدا تعالیٰ کی نصرت اُس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔ تقویٰ خلاصہ ہے تمام صحفِ مقدسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ میں اس فکر میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کروں اور بعض دینی کام ان کے سپرد کروں۔ اور پھر میں دنیا کے ہم و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ پرواہ نہ کروں گا۔“

(ملفوظات جلد اول ص 200)

تقویٰ و طہارت میں ترقی کا جائزہ

ایک بار تقویٰ کے حاصل ہو جانے پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنے تقویٰ و طہارت کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے، تا اس روحانی حالت میں ترقی ہوتی رہے۔ جس کا اندازہ احوال کے جائزہ سے ہوتا ہے۔ انسان کا حال اس کے تقویٰ کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی محاسبۂ نفس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا o وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ o (الطلاق: 4-3) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اُس کا کام نہیں چل سکتا اس لئے دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔“

(ملفوظات جلد اول ص 8)

(جاری ہے)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ و تلخیص م۔ظ

ہمارے کان کیسے کام کرتے ہیں؟

ہماری تمام حسوں میں سے سننے کی حس سب سے زیادہ تیزی سے پراسس ہوتی ہے۔جب کوئی روشنی ہماری آنکھوں سے ٹکراتی ہے تو دماغ اسے پراسس کرنے میں 13 ملی سیکنڈ کا وقت لیتا ہے۔اسی طرح جب ہم کسی چیز کو چھوتے ہیں تو ہمارے دماغ کے ردعمل ظاہر کرنے میں 50 ملی سیکنڈ کا وقت لگتا ہے۔سونگھنے اور چکھنے کو پراسس کرنے میں تقریباً ایک سیکنڈ لگتا ہے لیکن سماعت کے دوران جب کوئی آواز ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہے تو دماغ اس آواز کو پراسس کرنے میں صرف 0.05 سیکنڈ کا وقت لیتا ہے۔صرف یہی نہیں ہمارے کان آواز کی تبدیلی کو ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔آواز 340میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے جبکہ روشنی کی رفتار 300ملین میٹر فی سیکنڈ ہے۔تو یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ روشنی آواز سے زیادہ تیزی سے سفر کرتی ہے تو ہمارے کان سے آواز سن کر دماغ آنکھ سے دیکھنے کی نسبت جلدی کیسے پراسس کرسکتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنا اور سننا تبھی ممکن ہوتا ہے جب کوئی روشنی ہماری آنکھوں سے اور آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائے۔ اس لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آواز کی لہریں ہمارے کانوں

تک پہنچنے میں کتنا وقت لیتی ہیں۔فرق صرف اس بات کا ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کے سگنل ملنے کے بعد اور کان سے سننے کا سگنل ملنے کے بعد ہمارا دماغ اس سگنل کو کتنا جلدی پراسس کرتا ہے۔ ہمارے کان صرف سنتے ہی نہیں بلکہ یہ ہمیں اپنا توازن رکھنے میں بھی مدد کرتے ہیں۔ ہمارے کانوں کے اندر ایک سیال مادہ ہوتا ہے، جب ہم اپنے سر کو گھماتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی یہ مادہ بھی حرکت کرتا ہے اور ہمارے دماغ کو سگنل بھیجتا ہے کہ جسم حرکت میں ہے۔یہی نہیں یہ سیال مادہ ہمارے دماغ کو بتاتا ہے کہ ہم کھڑے ہیں لیٹے ہیں یا پھر بیٹھے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری زبان ذائقہ محسوس کرنے کی حس رکھتی ہے، لیکن ہمارے کان بھی ذائقہ محسوس کرکے دماغ کو ذائقہ کے سگنل بھیجتے ہیں۔زبان کی بعض نسیں دماغ سے منسلک ہوتی ہیں۔یہ نسیں ہمارے اندرونی کان سے ہوتی ہوئی دماغ تک جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی انفیکشن یا سرجری کی صورت میں ذائقہ محسوس کرنے کی حس متاثر ہوتی ہے۔ ہم اپنے سننے کی حس کو جان بوجھ کر معطل نہیں کرسکتے حتی کہ سوتے وقت بھی سننے کا عمل مستقل جاری رہتا ہے۔ہم سونے کے دوران بھی آوازوں کو سن رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارا دماغ ان آوازوں کو بلاک کردیتا ہے۔اس لیے معمولی آوازوں کے باوجود نیند میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ہمارے کان کی بیرونی ساخت آواز کی سمت کا تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔کان کی اسی بیرونی بناوٹ کی وجہ سے ہم جان پاتے ہیں کہ آواز سامنے سے آرہی ہے یا پیچھے سے۔ کان کی بیرنی ساخت ایک چمنی کی طرح ہے جس کا کام آوازوں کو وصول کرنا اور ان کو بڑھا کر اندرونی حصہ تک منتقل کرنا ہے۔ کان کی ہڈیاں ہمارے جسم میں موجود سب سے چھوٹی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ان کا کام بیرونی کان سے اندر آنے والی آوازوں کو کان کے اندرونی حصہ تک پہنچانا ہے۔یہ ہڈیاں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ایک پینی پر سما سکتی ہیں۔کان کا پورا نظام مل کر ہمیں سننے، ذائقہ محسوس کرنے اور اٹھتے بیٹھتے چلتے اور بھاگتے وقت اپنا توازن برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔

یعنی کان میں کسی خرابی کے باعث سماعت تو متاثر ہوگی ہی لیکن ذائقہ محسوس کرنے اور چلنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوسکتا ہے۔

جنت کا دروازہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی۔

(بخاری)

پھر فرمایا: جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ’’باب الصدقہ‘‘ ہے جہاں سے صدقہ وخیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔

(مسلم)

طلوع وغروب آفتاب

11فروری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:36	18:16
مدینہ منورہ	05:39	18:14
قادیان	05:52	18:12
ربوہ	05:32	17:52
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:54	17:12